eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

CC BY
OPEN ACCESS

سعدیہ ارشاد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، پیپلز کالونی، فیصل آباد
Sadia Irshad
Assistant Professor, Dept. of Urdu, Govt. College for Women, People's Colony Faisalabad

اقبال کے نعتیہ کلام میں حسیاتی عناصر

Sensuous Elements of Naat Poetry by Iqbal

Abstract

Naat is a unique type of oriental poetry. It expresses the love for the Holy Prophet (PBUH). Iqbal as the poet of east also expressed his emotions towards the esteemed Prophet Muhammad (PBUH). His poetry reveals the life and teachings of Prophet Muhammad (PBUH). This article tends to explore the sensuous elements in the Naat of Iqbal. It makes a powerful influence on his style of expression. His Naat explain the aesthetic aspects of sensuousness and maintain a highly developed expression. Allama Iqbal has used poetic tools as imagery, allegory and metaphors which exhibit a remarkable stylistic approach. This article is a key attempt to explore the novel persuasiveness and cogency within the pretext of sensuousness, used in his poetry on various aspects of Naat.

Keywords: Inert Cognitions, External Phenomenon, Stimulus, Intuition, Senses, Perception

کلیدی الفاظ: حسیات، ادراک، مدرکاتِ باطنیہ، حسیاتی ادراک، مظاہر خارجی، محرک، وجدان

حسیات انسان کے قوائے حاسہ کا نام ہے جو مظاہرِ خارجی اور باطنی کے علم کا وسیلہ ہیں۔ اسی وسیلہ علم پر انسانی علوم کے تمام ذرائع کا مدار قائم ہے۔ قوتِ حاسہ کا دائرہ کار انسان اور اس کے خارجی ماحول کے درمیان اور اسی طرح انسان اور اس کے درون ذات کی باطنی کائنات اور اس کے شعور کے مابین ایک منضبط ربط و ارتباط پر محیط ہے۔ انسان کی حسیات اسے خارجی و داخلی محرکات کا علم دیتی ہیں۔ خارجی محرکات کا ادراک جن حسیات کے ذریعے سے ہوتا ہے، وہ قوت لامہ، شامہ، باصرہ، سامعہ اور ذائقہ پر مشتمل ہیں، جبکہ محسوساتِ باطنیہ ظاہری کے برعکس زیادہ وسعت کی حامل ہیں اور ان کا تعلق کسی خارجی محرک سے نہیں بلکہ باطنی سطح پر ذاتِ انسانی کے درون خانہ سے ہے جہاں شعور اور تحت الشعور کے مابین مدرکات عمل انگیزہ کا کام کرتی ہیں تو خبر لاتی ہیں اور نفس مطمئنہ کا کام کرتی ہیں تو کشف والہام کا ورود ہوتا ہے۔ یہ محسوساتِ باطنیہ بھی پانچ ہیں۔ باطنی محسوسات حسِ مشترک، حسِ خیال، حسِ واہمہ، حسِ حافظہ اور حسِ متصرفہ پر مشتمل ہیں۔ خارجی محسوسات ہر انسان میں تھوڑے بہت فرق کے ساتھ ایک ہی سطح کے تفاعل اور تناسب کی حامل ہوتی ہیں جبکہ باطنی محسوسات میں ہر انسان آگہی، علم اور ادراک کی سطح پر متفرق درجات پر فائز ہوتا ہے۔ جس انسان کا باطن پاکیزہ ہو، وہ حسیات باطنی کی ارفع ترین سطوح میں شامل ہو کر کشف والہام کو پالیتا ہے۔ یہی مقامِ نفس مطمئنہ ہے جو الفارابی کے عقول

عشرہ کے نظریہ کی طرح عقل فعال سے براہ راست مستفید ہوتا ہے۔ محسوساتِ باطنی انسان کو ہدایتِ ربانی، ہدایت قلبی اور ہدایت وجدانی عطا کرتی ہیں جبکہ محسوسات خارجی انسان کو ہدایت عقلی، ہدایت الطریق، ہدایت حسی اور ہدایت الغایہ عطا کرتی ہیں۔ محسوسات باطنی اور محسوسات خارجی میں انسان کی ابدی ہدایت کے انتظام کا وعدہ تو خالق کائنات نے روز ازل ہی کر دیا تھا اور اس کی بشارت ابوالبشر کو یوں سنائی:

قُلْنَا ٱهْبِطُواْ مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّى هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ. (۱)

ترجمہ: پھر اگر میری طرف سے کوئی ہدایت تمھیں پہنچے تو جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے ان کو نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔

خداوند عالم یہ کہ رہا ہے کہ جو لوگ ہدایت آنے کے بعد کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا ہو گا۔ گویا انسان کے پاس ہدایت پہنچتی ہے اور اس ہدایت کے پہنچنے کے جو ذرائع ہیں وہ مندرجہ بالا آیت کے مطابق مبنی بر علم ہونے چاہئیں اور جو چیز مبنی بر علم ہوتی ہے، اس کا تعلق انسان کے خارجی یا باطنی محسوسات سے ہوتا ہے اور جس شئے کا تعلق محسوساتِ باطنی یا خارجی سے ہو، وہ حسیات کے تابع ہوتی ہے، لہٰذا، علم بہر صورتِ ہدایت ہو یا خبر اس کا ذریعہ حسیات ہی ہیں۔

ہر انسان علم کے اس درجے پر پہنچ سکتا ہے، لیکن اس کے لیے نفس کی تربیت علم و آگہی کے ذریعے بہت ضروری ہے۔ شاعر جب اپنے نفس کی اس طرح سے تربیت کرتا ہے کہ اس کا باطن پاکیزہ ہو جائے تو وہ نفس مطمئنہ کے درجے پر پہنچتا ہے، جہاں خارجی حسیات اور باطنی حسیات اسے کشف و الہام سے بہرہ یاب کر دیتی ہیں۔ پھر شاعری خبر نہیں رہتی بلکہ کشف و الہام بن جاتی ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری اسی قبیل کی ہے جو محض خبر کی حد تک محدود نہیں بلکہ کشف و الہام کو لیے ہوئے ہے۔ کوئی بھی شاعر اپنی حسیات کے بغیر شاعری نہیں کر سکتا۔ شاعری اور حسیات کا تعلق لازم و ملزم کا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے وجود کے مرہون منت ہیں۔ انسان کے تمام جذبات و احساسات خارجی محرک یا پھر باطنی محرکات کے تابع ہوتے ہیں۔ اس لیے ہمہ وقت انسان جن مختلف جذبات و احساسات سے دوچار ہوتا ہے، ان کا انحصار انسان کی حسیات پر ہے کہ وہ کس قسم کی معلومات کو ذہن و قلب کی طرف لے کر جاتی ہیں۔

عصری شعور اور عصری آگہی کا تعلق بھی حسیات سے ہے۔ اسی طرح شاعر جب اپنی شاعری میں مظاہر فطرت کی حسین منظر کشی کرتا ہے یا اپنے عصری آشوب کو بیان کرتا ہے تو وہ دراصل حسیاتی ذرائع کی معلومات کا ردِ عمل ہوتا ہے۔ انسان جس قسم کا جمال آثار منظر دیکھتا ہے، وہ اس کی یادداشت اور حافظے میں محفوظ رہتا ہے اور اس کی طبیعت پر اثرانداز ہوتا ہے جبکہ شاعر عام انسان کے برعکس اس بات پر قادر ہوتا ہے کہ جمال آثار منظر اپنی قوت حافظہ اور متصرفہ کے ذریعے سے الفاظ کے پیکروں میں ڈھال کر اسے مزید جمال افروز بنا دے۔ شاعر اپنی لسانی قدرت کی وجہ سے اپنے جذبات و احساسات اور خیالات کو لفظوں میں بیان کرتا ہے۔ اسی طرح شاعر اپنے باطنی محسوسات کو شعر کے قالب میں پرو دیتا ہے جس طرح سے وہ خارجی محسوسات کو بطور محرک کے ان پر قلم فرسائی کرتا ہے۔ ہر شاعر کے یہاں شاعری کی تشکیل کے ذرائع ہیں ان میں حسیات کا تصرف شامل ہے۔ گویا شاعری کے اجزائے ترکیبی میں حسیاتی عناصر جزو لاینفک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا علامہ اقبال کا کلام بھی حسیاتی عناصر سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ علامہ اقبال وہ شاعر ہے جن کا لفظ لفظ معنیات کا خزینہ اور ہر مصرعہ شعر پیکر حسیات کل گل کاریوں سے مرصع ہوتا ہے۔

"بزمِ انجم" کا محض ایک بند ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ جمال فطرت کے مناظر کو کیسی سحر کارانہ حسیات سے مزین کرتے ہیں:

سورج نے جاتے جاتے شام سیہ قبا کو
طشت افق سے لے کر لالے کے پھول مارے
پہنا دیا شفق نے سونے کا سارا زیور
قدرت نے اپنے گہنے چاندی کے سب اتارے
محمل میں خامشی کے لیلائے ظلمت آئی
چمکے عروس شب کے وہ موتی پیارے پیارے
وہ دور رہنے والے ہنگامہ جہاں سے
کہتا ہے افساں کن کو اپنی زباں انجمن فلک کی
عرش بریں سے آئی آواز اک ملک کی(۲)

" شام سیہ قبا" اور" طشتِ افق" کی تراکیب میں بلا کی حسیاتی منظر کشی ہے۔ شاعر کی قوتِ باصرہ نے بطور خارجی حس کے اور قوت متصورہ و متخیلہ نے بطور باطنی حس کے، سورج کے شامِ سیہ کے وقت افق سے لالے کے پھول مارنے کا جو جادواں منظر تشکیل دیا ہے وہ لفظ لفظ متحرک ہو کر سامنے آجاتا ہے جسے قادری محسوسات باطنی کی سطح پر خود محسوس کر سکتا ہے۔ انسان اپنی آنکھ سے جو منظر دیکھتا ہے، اس کی جزئیات کو انسان کی حسِ باصرہ سمیٹتی ہے۔ علامہ اقبال کا محض ایک شعر دیکھئے جس سے ان کی حس باصرہ کی معجز نمائی کا احساس ہو گا:

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے ،نیلے نیلے، پیلے پیلے ،پیرہن(۳)

دشت میں کھلے پھولوں کو رنگارنگ لباس میں ملبوس اور قطار باندھے کھڑی پریوں سے تشبیہ دینے میں حس باصرہ و متخیلہ کا کمال ہے جس میں حس باصرہ نے منظر کو متخیلہ تک پہنچایا اور متخیلہ نے ایک عمل انگیزے یا کیٹالسٹ (Catalyst) کے طور پر کام کر کے جو تشبیہ تشکیل دی ہے وہ واقعتاً نادر الوجود ہے۔ اسی حوالے سے علامہ اقبال کے نعتیہ کلام میں حسیاتی عناصر کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ علامہ اقبال کے نعتیہ کلام میں حسیات کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو ایک جمال آثار تصویر سامنے آتی ہے جو ان کی حسیات کی بو قلمونی سے عبارت ہے۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں فریاد کرتے وقت جو منظر کشی اقبال نے کی ہے، وہ مظاہر فطرت میں سے لطیف اشیاء کے حسیاتی شعور و ادراک کے حامل تشابہ پر مبنی ہے:

حضور ﷺ دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے، وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاض ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بُو، وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے، وہ جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں

طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں(۴)

فریاد کی جو لئے علامہ اقبال نے ان نعتیہ اشعار میں استعمال کی ہے، اس میں حسیاتی شعور کا بھرپور احساس ملتا ہے۔ علامہ کا حسیاتی شعور ان کی نادرالوجود تشبیہات واستعارات سے تشکیل پاتا ہے۔ "ریاضِ ہستی"، "لالہ گل"، اور وفا کی خوشبو سے معمور کلی،" آبگینہ" کا ذکر انھوں نے کیا ہے۔ نعتِ رسول مجتبیٰ ﷺ دراصل وہ عطائے خدائے لم یزال ہے کہ جس کو یہ عطا ہو جائے اس کا عقدۂ لسان حل ہو جاتا ہے اس کی حسیات اس قابل ہوتی ہیں کہ منطقہ وجدان سے اخبار صحیح لاسکیں۔ علامہ اقبال نے نعتِ رسول کو زبان و بیان کے جن آبگینوں میں پرویا ہے۔، وہ ان کے حسیاتی شعور کو پوری طرح بروئے کار لائے جانے کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ، صورتِ مصطفیٰ ﷺ، جمالِ مصطفیٰ ﷺ، جلال مصطفیٰ ﷺ اور کمال مصطفیٰ ﷺ کو کوئی ناطق، متکلم یا شاعر مکمل طور پر بیان کر سکے۔ کیونکہ جس طرح ذاتِ باری تعالیٰ عدیم المثال ہے۔ اسی طرح ذاتِ محمد ﷺ بھی مخلوق کی سطح پر عدیم المثال ہے۔ محمد ﷺ وہ ہستی مبروک ہیں جو اپنے جمال میں، کمال میں جلال میں، قطام میں، نظم میں، فعل میں، تفاعل میں، قول میں، قرار میں، ترکیب میں، روئیت اور تعبیر میں، تفاخر میں، نسب اور تناسب میں، صناعی اور صنعت میں ملک اور سلطانی میں، فقر اور حلم میں، علم اور حکمت میں، ذکر اور فکر میں، تفکر میں اور تفلسف میں، وعدہ و وعید میں، تصرف اور اختیار میں، تحکم اور حاکمیت میں، رفعت و ارفعیت میں۔ تقرب اور قرابت میں، بُعد اور ابعاد میں، فہم و ادراک میں، خلاقی اور خلقت میں، قدوسی میں جبروت میں، تقدس اور طہارت میں، عزت و اکرام میں، محبت اور رحمت میں بعد از خدا توئی قصہ مختصر ہیں۔ اب ایسی ذاتِ بے ہمتا کی حمد و توصیف اور محامد و محاسن کو نعت میں بیان کرنا یقیناً شاعر کے جذبات وخیالات اور محسوسات کا امتحان ہوتا ہے۔ علامہ اقبال کے نعتیہ کلام کو جب ہم دیکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے نعتِ رسول ﷺ کہتے وقت اپنے حسیات اور جذبات میں حد درجہ اعتدال قائم کیا ہے۔

علامہ اقبال جب عشق رسول ﷺ کے بحرِ بے کراں میں غوطہ زن ہو کر جذبات کو تہذیب میں ڈھالتے ہیں تو وہ مظاہر فطرت کے جمال سے محسوسات کی سطح پر ایک ایسا تعلق قائم کر لیتے ہیں کہ ان کی ہر تشبیہ و استعارے، تلمیح، علائم و رموز، تراکیب اور اشارے کنائے میں حسیاتی عناصر کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔" پھول"، ساقی" ، "کلیوں کا تبسم"، بزم توحید"، " خیمہ افلاک"، نبضِ ہستی" اور تپش آمادہ" جیسی تراکیب جو حضور سرورِ کائنات ﷺ کے وجود عالم تاب کے لیے استعمال ہوئی ہیں، ان سے اقبال کی حسی جمالیات کا علم ہوتا ہے:

ہو نہ ہو یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھرمے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے (۵)

یہ نعتیہ اشعار ایک ایسے شاعر کے قلم سے نکلے ہیں جو عشق رسول ﷺ میں سر تا پا مستغرق ہے۔ اس ضمن میں سید محمد الرشید لکھتے ہیں:

"ان کے گداز قلب اور وقت احساس کا یہ عالم تھا کہ جہاں ذرا حضور سرور کون و مکان ﷺ کی رافت و رحمت یا حضور کی سروری کائنات کا ذکر آتا تو حضرت علامہ کی آنکھیں بے اختیار اشک بار ہو جاتیں اور دیت تک طبیعت نہیں سنبھلتی۔" (۶)

جس شخص کے دل میں عشقِ رسول ﷺ کی ایسی تڑپ اور ایسا اضطراب ہو، اس کے محسوسات خارجی و باطنی بھلا کیسے نعتِ رسول ﷺ سے تہی دامن رہ سکتے ہیں۔ وہ اشیاء موجودات کو جب دیکھتا ہے تو اپنے محسوسات سے کام لے کر اسے نعت کے قرائن میں بیان کرتا ہے۔ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا کم وکیف ان کی بصری حسیات کے ذریعے سے انھیں بحر وبر میں نظر آتا ہے:

ہر کہ عشق مطفے سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اومت(۷)

علامہ اقبال نے اپنے کلام سے جو کام لیا اس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ عامۃ الناس پر اقبال کے کلام کے جو ثروت مندانہ اثرات پڑے، وہ عدیم المثال ہے۔

اقبال نے اسے محض لطفِ طبع کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اعمال حسنہ کے طور پر پیش کیا اور ایک مقدس فریضے کو پورا کیا۔ اقبال کی شاعری گرتوں کو پھر سے کھڑا کرتی ہے اور خستگان حیات کے دل قوی کرتی ہے، اسی طرح علامہ اقبال کا نعتیہ کلام بھی دلوں کو قوی اور قلب و جگر میں اضطراب پیدا کرتا ہے۔ حسی جمالیات کی سطح پر علامہ اقبال کا نعتیہ کلام "آئینہ کائنات کا معنیٔ دیریاب تُو" ایسی زندہ و جاوید مثال ہے کہ اس کی ہر ترکیب، علامت و تشبیہ اور استعارے میں بصری و سمعی حسیات کی سحر کاری موجود ہے۔ نعت کے یہ اشعار ان کی نظم "ذوق و شوق" سے ہیں:

آیۂ کائنات کا معنی دیر یاب تو
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو
لوح بھی تُو، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب
گُنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنیدؒ و با یزیدؒ تیرا جمال بے نقاب
شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو ، عشق حضور و اضطراب (۸)

"آئینۂ کائنات" اور "معنیٔ دیریاب" جیسی تراکیب میں جہاں اقبال کا اجتہادی شعور نمایاں ہے وہاں ان کے حسیاتی شعور کا بھی قوی انداز ہو جاتا ہے کہ انھوں نے نعتیہ اشعار میں کائناتی مظاہر کو کس انداز سے باطنی انسلاکات کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ کسی بھی علم کی تحصیل کے ذرائع میں خارجی اور باطنی حسیات ہی کو اولیت حاصل ہے اور علم کو محفوظ کرنے کے لیے انسان کے پاس جو تین

ذرائع ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ علم کو جہاں سے اس کا سر چشمہ پھوٹا تھا، وہیں محفوظ کر لیا جائے، دوسرا اسے کاغذ، کپڑے کھال، چھال، پتھر یا کسی اور شے کی تختی یعنی لوح پر محفوظ کر دیا جائے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان جو پڑھتا اور سنتا ہے اسے اپنے حافظے میں محفوظ کر لیتا ہے۔ لہٰذا وسیع تر معنوں میں ایسی تمام اشیاء کو جو علم کو محفوظ کرنے والی ہوں، انھیں "لوح" کہا جاتا ہے۔ قرآن کالم اللہ ہے اور اس علم کی پہلی صورت علمِ الٰہیٰ سے تعلق رکھتی ہے جس میں کوئی ردوبدل ممکن نہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کی ذات بھی قرآن ہی کی طرح علم الٰہی سے بہرہ یاب ہے جسے علامہ اقبال نے " لوح و قلم " اور "الکتاب" تعبیر کیا ہے۔ لوحِ محفوظ کی یہ پہلی صورت جس کا تعلق علم الٰہی سے ہے، سب سے محفوظ ترین طریقہ ہے۔ اس میں صرف قرآن ہی نہیں بلکہ تمام پہلی کتابیں بھی محفوظ ہیں۔ اسی لئے علم الٰہی میں سے ایک ہی ہدایت مختلف زمانوں میں، مختلف نبیوں کے ذریعے، انسانوں کی طرف نازل ہوتی رہی۔ علامہ اقبال کی یہ تعبیر حسیات کی اجتہادی شکل وصورت ہے جو ہر شاعر کے ہاں نہیں ملتی۔ اس امر کا ادراک محض خارجی حسیات کی مدد سے نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ باطنی حسیات کا معجزہ ہے۔ باطنی حسیات میں سے انسان کی جو چھٹی حس ہوتی ہے، وہ انسان کو وجدانی علم عطا کرتی ہے۔ علامہ اقبال نے ان نعتیہ اشعار میں " آتش رفتہ " ، گنبدِ آبگینہ " ، طلوع آفتاب "، ذرۂ ریگ " سے جو تمثال کاریت (Imagery) پر مبنی تصویر بنتی ہے، وہ انتہائی متحرک جمالیات سے معمور ہے۔ اس کا ہر گوشہ رنگین و رعنا ہے اور اس کا ہر زاویہ تیز نگاہ ہے اور یہ اشعار عشق کے مضراب سے بھرپور ہیں۔ حضور کی نعت کہتے وقت علامہ اقبال نے خارجی حسیات کو عشق کے داخلی جذبے کے لمس سے بیان کیا ہے۔ اگر معشوق ایک دل ہے تو اقبال کہتے ہیں کہ عاشق کی بصری حسیات اس قابل ہوں کہ اپنی آنکھوں سے جلوہ محبوب کو دیکھ سکیں۔

ہست معشوقے نہاں اندر دلت
چشم اگر داری، بیا، بنما ئمت (۹)

علامہ اقبال دنیائے حکمت کا وہ تابندہ ستارہ ہے جس کی روشنی زمانے کی گردش بھی دھندلا نہیں سکی اور جس کی حکمت افروز فرمودات آج بھی انسانیت کے لیے سبیل ہدایت ہیں، علامہ اقبال کا نعتیہ کلام قلب و نظر کو ایمان کی حرارت سے تازہ کار بنا دیتا ہے۔ ان کی نعات کو پڑھ کر قاری کو ایسی مسرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ جہاں عشق حقیقی اور عشق مصطفوی ﷺ کی طرف راغب ہوتا ہے وہاں حسی سطح پر قاری کے علمی وجدان میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ علامہ اقبال کی فکر کا اصل سرچشمہ معدن شعر و سخن نہیں بلکہ قرآن و حدیث ہیں جو تمام علوم ارضی و سماوی کا منبع و مخرج اور کمال بالذات کا منتہا ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری قرآنی علوم، تاریخی تلمیحات اور حسیاتی علائم و رموز سے بھرپور ہے جو ان کی نعات کی معنویت اور اس کے معنوی عمق میں بے پناہ اضافہ کر دیتے ہیں۔ علامہ اقبال اپنی نعتیہ شاعری میں حسیاتی علائم و رموز سے جو فضا قائم کرتے ہیں، وہ اشعار کو فصیح و بلیغ بنا دیتے ہیں۔ یہ نعتیہ اشعار فضیلت انبیاء و رسل، فضائل مصطفیٰ ﷺ ، شمائل و خصائل مجتبیٰ ﷺ، فرمودات اشرف الانبیاء ﷺ، رشد و ہدایت عشق رسول ﷺ ، تصوف، منازل سلوک، وجدان، کشف، کشف الاسرار باطنیہ، اخلاق حسنہ، توحید و رسالت کی ما بعد الطبیعاتی تشریحات کے ساتھ کائنات اور فیہ مافیہ کے باہمی انسلاکات کو اپنے احاطے میں لیے ہوئے ہے۔

حوالہ جات

1. القرآن: سورۃ البقرۃ: ۳۸
2. علامہ اقبال: "بانگ درا" سنگ میل پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۷، ص ۱۱۲
3. ایضاً ص ۲۱۷
4. علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر: کلیات اقبال اردو"۔ الحمد پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۵، ص ۳۴۷
5. ایضاً ص ۱۵۶
6. سید محمد عبدالرشید: " اقبال اور عشق " ، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۷۷، ص ۴۸
7. علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر: کلیات اقبال فارسی" ، الحمد پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۵، ص ۲۵۶
8. علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر: کلیات اقبال اردو"۔ الحمد پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۵، ص ۳۶۷
9. علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر: کلیات اقبال فارسی"۔ الحمد پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۵، ص ۴۵۶

References

1. Al Quran. *Albaqarah: 38.*
2. Iqbal, Allama. *Bange Dra*. Lahore: Sange Meel Publications. 2007. P 112
3. Ibid. P 217
4. Muhammad Iqbal, Allama. *Kulliyate Iqbal Urdu*. Lahore: Alhamd Publishers. 2005. P 347.
5. Ibid. P 156.
6. Muhammad Abdurrasheed, Syed. *Iqbal aur Ishq*. Delhi: Etaqad Publishing House. 1977. P 48
7. Muhammad Iqbal, Allama. *Kulliyate Iqbal Farsi*. Lahore: Alhamd Publishers. 2005. P 256.
8. Muhammad Iqbal, Allama. *Kulliyate Iqbal Urdu*. P 367.
9. Muhammad Iqbal, Allama. *Kulliyate Iqbal Farsi*. P 456.